

بجلی اک کوند گئی آنکھوں کے آگے تو کیا

بات کرتے کہ میں لب تشنہ تقریر بھی تھا

یوسف اس کو کہوں، اور کچھ نہ کہے خیر ہوئی

گر بگڑ بیٹھے تو میں لائق تعزیر بھی تھا

دیکھ کر غیر کو ہو کیوں نہ کلیجہ ٹھنڈا

نالہ کرتا تھا و لے طالبِ تاثیر بھی تھا

پیشے میں عیب نہیں رکھیے نہ فرہاد کو نام

ہم ہی آشفۃ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے، پاس نہ آیا نہ سہی

آخر اس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق

آدمی کوئی ہمارا دمِ تحسیر بھی تھا

ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب

کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

میں شکاری شکار باندھ کر لے آتے تھے۔

نچ : شکار

غیر اور رقیب ہے۔

۲۔ لغات : شائبہ :

آمیزش، ملاوٹ، شک، شبہ

تشریح : بیشک میں تباہ ہو

گیا، لیکن اس کا گلہ شکوہ تم سے کروں

تو یہ بالکل بیجا اور بے محل ہوگا

کیونکہ اے محبوب ! تم میری تباہی

کا باعث نہ تھے، بلکہ اس میں میری

قسمت کی خوبی بھی کار فرما تھی

گویا یہ تباہی میری تقدیر میں لکھی

ہوئی تھی پھر تم سے شکایت کا کون

ساموئع ہے۔

بظاہر تقدیر کی خوبی یہاں طنزاً

استعمال ہوئی اور شعر سے ظاہر ہوتا

ہے کہ غالب کی تباہی کے دو

سبب ہوئے، ایک محبوب دوسرا

تقدیر، لیکن شاعر کی توجہ دونوں

میں سے خوبی تقدیر کی طرف زیادہ ہے

۳۔ لغات : فتراک :

شکار بند بگھوڑے کی زین سے

لگے ہوئے چمڑے کے تسمے، جن